جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ: ارتقائی سفر کے منازل

ڈاکٹر بشیر احمد شاہ
کنٹریکچول لیکچرر (اُردو)
گورنمنٹ ڈگری کالج پلوامہ، کشمیر

تمہید: ریاست جموں وکشمیر میں اردو زبان کو پہلی بار اپنی شناخت اور پہچان مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے دور اقتدار میں ملی۔ایہ اب سے قریب قریب ایک سوبیس برس قبل کی بات ہے۔ یا یوں کہیے کہ انیسویں صدی میں اسے ریاست میں سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہوا۔ تب ہی سے اردو زبان وادب کی ریاست جموں وکشمیر سے اَن مٹ وابستگی رہی ہے اور آج اردو ریاستی آئین کے پس منظر میں یہاں کی قومی اور سرکاری زبان ہے ریاست جموں وکشمیر میں مختلف زبانیں بولنے والے شعراء اور ادباء نے بھی تاریخ کے ہر دور میں اردو زبان کو اپنے فکروفن کا وسیلہ اظہار بناتے ہوئے اسے خون جگر پلایا ہے۔ بے پناہ عوامی مقبولیت، جاذبیت وسعت اور عقیدت کے پیش نظر اردو ریاست اور ریاست سے باہر باہمی بھائی چارہ کو یقینی بنانے کے لیے روزِ اول سے ہی ایک اہم کارنامہ انجام دے رہی ہے اور ریاست بھر میں علامت بن کر اُبھر آئی ہے اردو زبان اب تعلیمی اور تاریخی اسباب کی بناء پر ریاست کی عام زبان بن چکی ہے عدالتوں، محکمۂ مال، پولس بلاک اور پنچایت کی سطحوں پر اردو زبان کو استعمال میں لایا جارہا ہے اور اس طرح یہ دفتری زبان ہونے کا امتیاز حاصل کرچکی ہے۔

ریاست جموں وکشمیر میں شاعری کے بعد جس صنف کو فروغ حاصل ہوا وہ افسانہ نگاری ہے افسانہ نگاری کا آغاز اگرچہ روایتی اور رومانی انداز سے ہوا لیکن رفتہ رفتہ لکھنے والوں کے شعور بیدار ہوا۔ اور فن افسانہ نگاری پر ان کی گرفت مضبوط ہوتی گئی ان کی صلاحیتیں اُبھرنے لگیں اور وہ اپنے افسانوں میں حقیقی زندگی کی عکاسی کرنے لگے۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں سماجی، اقتصادی، سیاسی اور نفسیاتی باریکیوں کی عکاسی کی اور مقامی رنگ سے افسانے کی جاذبیت میں اضافہ کردیا۔

آج بھی جب ہم کشمیر میں اردو افسانے کی بات کرتے ہیں تو پریم ناتھ پردیسی کا نام سامنے آتا ہے شاید اس لیے کہ ریاست میں اردو افسانے کی ابتداء پردیسی سے ہی ہوئی اگرچہ ان سے پہلے کئی افسانہ نگاروں نے افسانے لکھے لیکن پردیسی کے افسانوں کی اہمیت، افادیت اور انفرادیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے افسانے تقسیم ملک سے پہلے اور تقسیم ملک کے بعد بھی مشہور ومعروف اور معیاری جرائد میں شائع ہوتے

رہے اور پسند بھی کئے گئے پردیسی نے اپنے افسانوں میں کشمیر کی صحیح عکاسی کی ہے اور کشمیر کو اصلی رنگ وروپ میں پیش کیا ہے۔انہوں نے کشمیر کے تپتے ہوئے جہنم کدوں کی تصویر کشی بھی کی ہے بھوک اور بے روزگاری کا احساس بھی دلایا۔ان کے افسانوں کی زبان سادہ اور عام فہم ہے وہ زندگی کا مشاہدہ ایک ہمدرد انسان کی طرح کرتے ہیں۔پریم ناتھ پردیسی کے تین افسانوی مجموعے''شام وسحر''''دنیا ہماری'' اور''بہتے چراغ''شائع ہو چکے ہیں۔

پریم ناتھ پردیسی کے بعد جو دوسرے افسانہ نگار اس دور سے تعلق رکھتے ہیں ان میں رامانند ساگر۔کرشن چندر اور پریم ناتھ درؔ کا نام لیا جا سکتا ہے رامانند ساگر اور کرشن چندر نے کشمیر کے پس منظر میں بہت سے افسانے لکھے''ٹنگمرک کے اڈے پر''اور''کشمیر کی بیٹی''ان کے دو مقبول افسانے ہیں۔جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے دونوں افسانے کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں۔پریم ناتھ درؔ کا پہلا افسانہ مجموعہ'''کاغذ کا واسدیو''۱۹۴۸ء میں شائع ہوا۔اس مجموعے میں شامل قریب قریب ساری کہانیاں ان کی ادبی زندگی کی پہچان بن گئیں۔ان کا دوسرا افسانوی مجموعہ''نیلی آنکھیں''۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ان کی کہانیوں میں فنکارانہ بصیرت عروج پر ہے ان کا افسانہ''آخ تھو''آج بھی افسانوی ادب کے اہم افسانوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ:ایک تجزیہ

ریاست جموں وکشمیر میں اردو افسانے لکھنے والوں کی تعداد اگرچہ بہت زیادہ نہیں ہے لیکن اسے کم بھی نہیں کہا جا سکتا۔اس لیے ہر افسانہ نگار کی افسانوی تخلیقات کو زیر بحث لانا ممکن نہیں۔البتہ ان افسانہ نگاروں کا ذکر کرنا لازمی ہے جنہوں نے ریاست میں اردو افسانوی ادب کو ایک نئی زندگی دی نئے نئے تجربات کیے اور افسانوی ادب کو ایک نئی ڈگر پر لے جانے کے لیے اہم رول ادا کیا۔ٹھاکر پونچھی ان میں سے ایک تھے ان کے دو افسانوی مجموعے''زندگی کی ڈور''اور''چناروں کے چاند''شائع ہوئے ہیں۔

کرشن چندر نے اپنا بچپن پونچھ میں گزارا اور وادیٔ کشمیر کا بھی سفر کرتے رہے۔بعد میں بھی جب وہ بمبئی (ممبئی) میں مستقل سکونت اختیار کر چکے تھے بھی کئی بار کشمیر تشریف لائے ان کی کہانیوں میں کشمیر کی تصویر کشی جس انداز میں ہوئی ہے اسے رومانی کیفیت کہہ سکتے ہیں۔بنیادی طور پر کرشن چندر رومانی تحریک کے ہی ماننے والے رہے ہیں۔اسی لیے انکی کہانیوں میں منظر نگاری کی عمدہ مثالیں بھی ملتی ہیں اور کردار نگاری کا بھی انہوں نے حق ادا کر دیا ہے۔البتہ قحط بنگال پر لکھی ہوئی ان کی کہانی''ان داتا'' کے مرتبے کی ان کی کشمیر سے متعلق کوئی کہانی

نہیں۔ کشمیر کے پس منظر میں انکی تحریر کردہ کہانیوں میں ''جہلم ناؤ پر'' ''شکست اور گرجن کی ایک شام'' خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

موہن یاور نے بھی اپنے افسانوں میں انسانی نفسیات کے نئے نئے گوشے تلاش کیے ہیں اپنے افسانوں میں شہری زندگی کو منظر عام پر لانے کے لیے موہن یاور کامیاب ہیں، ان کے تین افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ''وہسکی کی بوتل'' ''سیاح تاج محل'' اور ''تیسری آنکھ'' وغیرہ شامل ہیں۔

تیج بہادر بھان ایک پیدائشی انداز کے قلم کار تھے ان کی کہانیوں میں حقیقت ملتی ہے۔ ان کے دو افسانوی مجموعے ''جہلم کے سینے پر'' اور ''عورت'' شائع ہو چکے ہیں۔ پشکر ناتھ کا نام بھی سامنے آتا ہے۔ پشکر ناتھ کی تحریر کردہ اولین کہانیوں میں کشمیر کا دل دھڑکتا نظر آتا ہے انہیں زبان پر دسترس تھی انہوں نے اپنی کہانیوں میں مختلف تکنیک اور اسلوب کا استعمال کیا۔ وہ اپنے تجربات میں کامیاب بھی رہے ان کے کئی افسانوی مجموعے شائع ہوئے ہیں جن میں ''ڈل کے باسی'' کو انعام سے نوازا گیا۔ ان کے دوسرے افسانوی مجموعے کا نام ''اندھیرے اُجالے'' ہے ''کانچ کی گڑیا'' ان کا ایک اور افسانوی مجموعہ ہے۔

نور شاہ کے چھ افسانوی مجموعے، دو ناول اور تین ناولٹ شائع ہو چکے ہیں ان کے افسانے کشمیری عوام کی زندگی، انکی جدوجہد، ان کے جذبات، ان کے رنج وغم ان کی حسرتوں اور تمناؤں کی آئینہ دار ہیں۔ نور شاہ کالم نویس بھی ہیں اور ریاست کے مقبول اخبار ''کشمیر اعظمیٰ'' میں لکھتے ہیں۔ نور شاہ نے افسانہ نگاری کی ابتداء رومانی کہانیوں سے کی مگر آج کل جو کہانیاں لکھتے ہیں وہ کشمیر کے موجودہ حالات کی بھی عکاسی کرتی ہیں۔

نور شاہ کا تازہ افسانوی مجموعہ ''آسمان پھول اور لہو'' حال ہی میں شائع ہوا ہے اس میں شامل اکثر کہانیاں بھی کشمیر کے موجودہ پُر آشوب دور سے تعلق رکھتی ہیں۔

پروفیسر حامدی کاشمیری نے بھی اپنی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا وہ آج کشمیر کی ادبی تحریک کا ایک حصہ ہیں۔ انہوں تنقیدی ادب کو ایک نئی جہت سے روشناس کیا ایک نیا راستہ تلاش کیا بحیثیت افسانہ نگار بھی ان کا ایک نام ہے ایک مقام ہے انہوں نے بہت سارے افسانے لکھے ہیں ان کے افسانوی مجموعے ہیں۔ ''وادی کے پھول'' سراب اور ''برف میں آگ'' ان کے افسانوں میں شاعرانہ اسلوب ملتا ہے۔

غلام رسول سنتوش بنیادی طور پر ایک مصور تھے لیکن انہوں نے برش کے ساتھ ساتھ قلم کا بھی بخوبی استعمال کیا اور افسانے لکھے ان افسانوں میں ایک پینٹر کا دل دھڑکتا ہے ان کے افسانوں میں ''قربت اور

دوریاں‘‘’’ٹھنڈی آگ کا دھواں‘‘اور’’چارچناری‘‘ قابل ذکر ہیں۔

ویدراہی کا تعلق جموں سے ہے انہوں نے کافی تعداد میں افسانے لکھے ہیں اپنے کچھ ڈوگری اور ہندی میں لکھے گئے افسانوں کو بھی اردو کا روپ دیا ہے۔ یہ سارے افسانے مختلف جرائد کی زینت بنے ہیں ان کی کہانی ’’برف کا پھول‘‘ایک شہکار کہانی ہے۔

ڈاکٹر برج پریمی نے اپنی افسانوی زندگی کا آغاز ۱۹۵۹ء میں کیا،’’آغا‘‘ کے عنوان سے پہلی کہانی قلم بند کی اور اس کے بعد ان کے افسانے مختلف جرائد میں شائع ہوتے رہے۔’’سپنوں کی شام‘‘لمحوں کی راکھ‘‘ ’’خوابوں کے دریچے‘‘اور’’میرے بچے کی سالگرہ‘‘ جیسی کہانیاں لکھ کر انہوں نے ریاست اور ریاست سے باہر اپنا مقام بنانے میں کامیابی حاصل کی۔

عمر مجید کے افسانوں کا ایک الگ ہی انداز ہے وہ افسانے لکھنے کے ڈھنگ سے بخوبی واقف تھے وہ اپنے کردار زمین کی کھردری سطح پر تلاش کرتے تھے اور چن چن کر انہیں افسانوں میں قید کر لیتے تھے ان کے افسانوں کا مجموعہ’’اجالوں کے گھاؤ‘‘شائع ہو چکا ہے۔

ڈاکٹر منصور اور منصور ریاست کے ایک سنجیدہ کہانی کار ہیں جو خاموشی سے اپنا افسانوی سفر جاری رکھے ہوئے ہیں ان کے دو افسانوی مجموعے شائع ہو چکے ہیں وہ اپنے افسانوں میں کشمیری زندگی کی مختلف تصویریں اتارتے ہیں۔کشمیر،خواب،سراب اور گرداب‘‘ میں انہوں نے وادی کے عصری زندگی کا خاکہ پیش کیا۔ان کا دوسرا مجموعہ’’یہ بستی عذابوں کی‘کشمیر کے موجودہ حالات کی بھرپور ترجمانی کرتے ہیں۔پروفیسر ریاض پنجابی طالب علمی کے زمانے سے ہی افسانہ نگاری میں دلچسپی رکھتے ہیں،وہ اپنی کہانیوں میں جذبات واحساسات کا بیان جس طرح سے پیش کرتے ہیں اس میں ایک اچھوتے پن کا احساس ہوتا ہے۔’’ٹوٹے آئینے کے ٹکڑے‘لمحوں کی صلیب‘‘اور’’بے نام‘‘ان کی چند معیاری اور دلچسپ کہانیاں ہیں۔

عبدالغنی شیخ کا تعلق لداخ سے ہے اور ان کے اکثر افسانوں میں لداخی طرز زندگی، رہن سہن اور بود وباش کی جھلکیاں ملتی ہیں وہ اپنے افسانوں میں لداخی کلچر کو نمایاں کرنے میں کامیاب نظر آتے ہیں۔ان کے افسانوں کے دو مجموعے’’دوراہا‘‘اور دل ہی تو ہے‘‘ شائع ہو چکے ہیں۔زاہد مختار نوجوان کہانی کار ہیں انکی کہانیوں میں زندگی کے ہزار ہا رنگ دیکھنے کو ملتے ہیں۔’’جہلم کا تیسرا کنارہ‘‘اور’’تحریریں‘‘انکے دو افسانوی مجموعے ہیں جو اب تک شائع ہو چکے ہیں۔

ریاست جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے نئے نام بھی سامنے آرہے ہیں اور یہ لوگ افسانوی ادب کے فروغ کے لیے کافی محنت کر رہے ہیں افسانوی دنیا میں ان کے نام خاصے مقبول ہیں ان میں پرویز مانوس، ڈاکٹر اشوک پٹواری، مشتاق احمد کینی، مقبول ساحل، پیارے ہتاش، مجید ارجمند، ریاض توحیدی، میر ایوب میر، خالد کرار اور ملک ریاض فلک پیش پیش ہیں ۔۲

کشمیر کے لوگوں کی زبان ہر زمانے میں کشمیری رہی لیکن زمانہ قدیم سے یہاں علمی اور حکومت کی سطح پر کشمیری کے بدلے دوسری زبانوں کا رواج رہا۔ ابتداء میں سنسکرت کا بول بالا رہا۔ پھر مسلمانوں کا زمانہ فارسی کے عروج کا رہا۔ اور جب مہاراجہ گلاب سنگھ نے کشمیر کو خریدا اس وقت بھی فارسی ہی کا بول بالا تھا مگر دھیرے دھیرے فارسی کی گرفت کم ہوتی گئی اور اس کی جگہ اردو نے لینا شروع کی ۔

چنانچہ کشمیر پہلے سے ہی سیاحت کا مرکز رہا ہے اس لیے باہر سے جو لوگ آتے تھے ان کے ساتھ مقامی لوگوں کی گفتگو کم وبیش اردو ہی کے ذریعے ہوتی تھی ۔ کشمیر کے مختلف خطوں میں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں لداخ میں بلتی، کشمیر میں کشمیری پہاڑی علاقوں میں پہاڑی اور جموں کے میدانی علاقوں میں ڈوگری اس طرح سے مختلف خطوں کے لوگوں کے لیے ایک ہی زبان میں باہمی بات چیت ہونا بھی کچھ دشوار تھا۔ غالباً اس احساس نے ڈوگرہ مہاراج کو ۱۸۸۹ء۳ میں یہاں کی سرکاری زبان کے طور پر زبان اردو کی منظوری دینے پر مجبور کیا۔

اردو سرکاری پشت پناہی حاصل ہونے کے بعد بھی بیشتر علماء، ادباء فارسی ہی کو علم وفضل کی علامت سمجھتے رہے یہی وجہ ہے کہ اردو کا رواج ہونے کے کافی وقت بعد کشمیر میں اردو میں ادب تخلیق ہوا۔

۱۹۴۷ء سے پہلے پونچھ اور جموں کو چھوڑ کے اردو کے ادبی امکانات کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی جہاں تک وادئ کشمیر کا تعلق ہے یہاں پر اگر ادب کے لیے اردو کا استعمال ہوا تو وہ بھی شعروشاعری تک ہی محدود رہا۔

پانچویں دہائی کے آخری برسوں میں وادی کشمیر میں جہاں اردو شعروادب کے چرچے بڑھنے لگے اور شاعری میں، تنہا انصاری، شہ زور کشمیری، غلام رسول نازکی، اکبر جے پوری، وغیرہ نے بڑھ چڑھ کے حصہ لینا شروع کیا وہاں افسانے کی طرف بھی توجہ کی جانے لگی ۔۱۹۶۰ء کے بعد جو لوگ کشمیری شاعری کے لیے بہت مشہور رہے جیسے مجہور، رحمان راہی، امین کامل وغیرہ ان سب نے اپنی شاعری کا آغاز اردو سے ہی کیا۔ جنھوں نے ابتداء سے آخر تک اپنے افسانوں کے لیے اردو زبان ہی کا انتخاب کیا ان میں پریم ناتھ پردیسی،

پریم ناتھ دَر، حامدی کاشمیری، اورنورشاہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

پریم ناتھ پردیسی نے اپنے بچپن میں اپنے گھر میں آراستہ ہونے والی محفلوں سے متاثر ہوکر اردو میں افسانہ نویسی کا آغاز کیا، پریم ناتھ دَر چونکہ کشمیر سے باہر رہے اس لیے ان کی زبان پر اردو ایسی چڑھی تھی کہ ان کے خیال اور قلم کے رشتے کو اردو ہی نے قائم رکھا۔

حامدی کشمیری چونکہ اردو ادب سے متاثر تھے انہوں نے رومانی افسانے لکھ کر رسالہ ''بیسویں صدی'' سے اپنی جگہ بنائی۔

تیج بہادر بھان نے اپنے افسانوں کے ذریعے یہاں کے لوگوں کی روزمرہ زندگی کی ہو بہو ترجمانی کی ہے ان کے کردار ہمارے اردگرد نظر آتے ہیں تیج کے افسانوں میں کشمیری زبان کے لب ولہجہ اور محاوروں کا کافی اثر ہے ان کے ایک افسانہ ''باپ'' میں کشمیری زبان اور ماحول کی بالکل عکاسی کی گئی ہے ان کے افسانوں کے کردار بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ جیسے ہانجی، مزدور، بیوپاری، طالب علم، نوجوان، خواتین اور متوسط طبقے کے انسان، تیج نے گاؤں کی زندگی اور وہاں کے مسائل کو بھی اپنے افسانوں کا موضوع بنایا ہے ان کے افسانوں کے مجموعے ''جہلم کے سینے پر'' اور ''عورت'' شائع ہو چکے ہیں۔

جموں وکشمیر میں اُردو افسانہ کی ترویج میں یہاں کے افسانہ نگاروں کا کردار

موجودہ دَور میں اگر چہ یہاں افسانہ نگاروں کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود ہے لیکن اُردو افسانہ کی ترقی و ترویج میں کارہائے نمایاں انجام دینے والے چندکہنہ مشق افسانہ نگاروں کے اسم گرامی ہی باعث افتخار ہیں جن میں عمر مجید، سوم ناتھ زتشی، پشکر ناتھ، ڈاکٹر محمد زمان آزردہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں:

عمر مجید: جدید دور کے ایک مشہور افسانہ نگار ہیں ان کا انداز بیان نہایت سادہ ہے ان کی تحریریں قاری کا دل موہ لیتی ہیں وہ اختصار میں تمام اہم تفصیلات سمو دیتے ہیں ان کے افسانوں کا ایک مجموعہ ''اُجالوں کے گھاؤ'' شائع ہو چکا ہے جس میں نو (۹) افسانے شامل ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی کہانیاں مختلف رسالوں اور جرائد میں چھپ چکی ہیں ان کا انتقال ۲۰۰۹ء میں ہوا۔

سوم ناتھ زتشی : کو کہانیاں لکھنے کا شوق شروع سے ہی تھا ان کی کہانیاں جموں کے ایک رسالہ ''رتن'' میں چھپتی رہیں۔ زتشی کا ایک افسانہ ''طمانچہ'' ان کے بہترین افسانوں میں شمار کیا جاتا ہے بنیادی طور پر زتشی کا ایک افسانہ ''طمانچہ'' ان کے بہترین افسانوں میں شمار کیا جاتا ہے بنیادی طور پر زتشی کی کہانیوں کا پس منظر

کشمیریوں کی زندگی ہے ان کی بھوک، افلاس، جہالت ہے۔ سوم ناتھ زتشی ترقی پسند تحریک سے وابستہ رہے۔ کشمیری میں بھی ڈرامے اور افسانے لکھے۔ ان کی کشمیری کہانیوں کے مجموعے ''ییلہ پھوٗل گاش'' پر ان کو ساہتیہ اکادمی ایوارڈ لیس ازمرگ ملا۔ ان کی بعض کشمیری کہانیاں اردو میں ترجمہ ہوئی ہیں۔

اختر محی الدین اگرچہ شروع سے ہی اردو کے ذریعے اپنے خیالات واحساسات کو زبان دیتے رہے مگر اس کے بعد کشمیری میں بھی لکھتے رہے ان کیا فسانے پڑھ کر قاری یہ محسوس کرتے ہیں کہ ان کا مشاہدہ بہت وسیع اور گہرا ہے وہ اپنے افسانوں میں مزاج کا رنگ پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ طنز کے نشتر بھی چبھو دیتے ہیں اختر نے (پونڈ ژچ) لکھ کر اردو افسانے کے مقابلے میں پہلا انعام حاصل کیا ہے۔ ان کے کشمیری افسانوں کے مجموعے ''مست سنگر'' پر ۱۹۵۸ء میں ساہتیہ اکادمی انعام ملا ہے یہ رسالہ ''چمن'' میں ایڈٹ کرتے رہے۔

پشکر ناتھ: پشکر ناتھ کے افسانوں کا محرک کشمیر کی زندگی اور اس کی حسین فضائیں ہیں۔ لیکن ان کی نظر میں فطرت کے ان حسین مناظر کے درمیان عوام کی غربت اور افلاس ان کا ایک المیہ ہے ان کا پہلا افسانوی مجموعہ ''اندھیرے اُجالے'' ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا۔ اور اسے ریاستی کلچرا کادمی نے پہلے انعام سے نوازا۔ اس کے علاوہ ان کے دیگر افسانوی مجموعے ''ڈل کی باسی'' ''عشق کا چاند'' اور ''اندھیرا'' ہیں جموں یونیورسٹی نے پشکر ناتھ کے فن کی اہمیت کا احساس کرتے ہوئے ''پشکر ناتھ۔ حیات اور کارنامے'' کے موضوع پر کام کروایا۔ پشکر ناتھ نے کبھی کشمیری زبان میں کوئی کہانی نہیں لکھی۔ اردو زبان ان کو ایسی راس آئی کہ اسی کو اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

ڈاکٹر محمد زماں آزردہ: اردو میں لکھنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے کشمیری میں بھی بہت شہرت وعزت حاصل کی۔ وہ ایک اچھے محقق اور ناقد ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نمائندہ افسانہ نگار بھی ہیں۔ ان کے افسانوں کا ایک ہی مجموعہ ''اور وہ ٹاپ کر گئی'' شائع ہو چکا ہے۔ جس میں آٹھ افسانے شامل ہیں۔ ایثار، اسیر وقت، شامِ غم، ان کی نمائندہ کہانیاں ہیں ڈاکٹر آزردہ کے افسانوں کی مقبولیت ان کے سحر انگیز اسلوب کی بناء پر ہے وہ اپنی تحریروں کی رنگینی کے سہارے ایک ایسی فضا تیار کرتے ہیں۔ کہ قاری اس کی دلکشی میں ڈوب جاتا ہے ان کے کردار اسی معاشرے کے کردار ہیں انہوں نے اپنی کہانیوں میں نہ صرف عام زندگی کی عکاسی کی ہے بلکہ حسن وعشق کی داستانوں کو بھی بہت دلکشی کے ساتھ پیش کیا ہے۔ حالانکہ ان کی رومانی کہانیوں کی تعداد برائے نام ہے۔

اردو افسانے نے اپنا جو سفر شروع کیا تھا وہ اب تک جاری و ساری ہے۔ عالمی سطح پر سائنسی اور صنعتی ترقی کی بنا پر جہاں زندگی کا ہر شعبہ متاثر ہوا ہے وہاں ادیب اور فنکار بھی متاثر ہوئے ہیں۔ افسانہ چونکہ زندگی سے بہت قریب ہے اس لیے اس پر زیادہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ موجودہ دور نے انسانی زندگی میں جن مسائل کو جنم دیا ہے اُس کی ترجمانی جدید دور کے افسانہ نگار کر رہے ہیں۔ طاہرہ سیّد اپنے مقالے میں لکھتی ہیں:

''اگر چہ تجربے کے لحاظ سے یہ لوگ ابھی ناپختہ ہی ہیں لیکن ان کے بعض افسانوں کو پڑھ کر یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ان کا مستقبل درخشاں ہے'' ۴

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کشمیر میں اردو افسانہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ کشمیر میں اُردو، عبدالقادری سروری، ص ۹۱

۲۔ جموں و کشمیر کے اُردو افسانہ نگار، نور شاہ، ص ۲۰۔ ۲۳

۳۔ کشمیر میں اُردو، جلد اول، عبدالقادری سروری، ص ۹۱

۴۔ مخطوط کشمیر میں اردو افسانہ۔ مقالہ۔ برائے ایم۔ اے۔ طاہرہ سید۔ ۱۹۹۸ء، ص ۴۰۔ ۳۶

☆☆☆